AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

" A Study of the journeys mentioned in the Madni Surahs of Holy Quran"

"قرآن کریم کی مدنی سورتوں میں مذکور اسفار کا جائزہ"

Dr. Asma Aziz

Department of Islamic Studies, GCWUF, Assistant Professor

Email: asmaaziz@gcwuf.edu.pk

Alvia Fatima

Department of Islamic Studies, GCWUF, Mphil Scholar

Email: alviafatima05@gmail.com

Abstract:

This study explores the journeys mentioned in the Madni Surahs of the Holy Qur'an, highlighting their historical, spiritual, social, and political dimensions. The Madni Surahs refer to those revealed after the migration of the Prophet Muhammad ﷺ to Madinah. These Surahs reflect the period of consolidation of Islamic teachings, formation of the Muslim society, and various conflicts faced by the early Muslim community. They include references to different types of journeys such as the Prophet's military expeditions (Ghazawat), diplomatic missions, the migrations of the believers, and the travels of previous prophets. The mention of these journeys in the Madni Surahs serves to strengthen the intellectual, foundational, military, moral, political, and spiritual principles of Islam.

KEYPOINTS: JOURNEY, MADNI SURAH, PURPOSE OF THE JOURNEY

قرآن مجید فقط احکام و تعلیمات پر مشتمل کتاب نہیں بلکہ ایک زندہ، متحرک اور دلوں پر اثر رکھنے والی کتاب ہے۔ قرآن کریم میں جب اسفار کا تذکرہ آتا ہے تو محض معلومات کی فراہمی حاصل نہیں ہوتی بلکہ قرآن ایسا طرز بیان رکھتا ہے کہ قاری خود کو ان مناظر میں گھرا ہوا محسوس کرتا ہے گویا کہ وہ خود شریک سفر ہو۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں جتنے بھی اسفار کا ذکر کیا ہے ان میں بہت سی حکمتیں موجود ہیں۔ اور ان تمام اسفار رب تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری و اطاعت اور تعلیم امت کار فرما تھی، جیسا کہ حضرت آدمؑ کا جنت سے زمین تک کا سفر۔ یہ سفر خلیفۃ اللہ کے فرائض کی انجام دہی، نسل انسانی کی بقاء نیز عظمت انسانی کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ رب العزت کے حکم سے ہوا۔ اس کے دیگر علاوہ قرآن کریم میں مذکور دیگر اسفار کا سبب کبھی حکم الٰہی کے آگے سر بسجود ہونا ہوتا، کبھی حق و باطل میں فرق واضح کرنا ہوتا، کبھی ظلم سے نجات اور سکون کی زندگی بسر کرنا ہوتا اور کبھی دیگر اسباب کی وجہ سے رب تعالیٰ کی طرف سے سفر کا حکم ہوتا۔ نیز ان اسفار سے تمام انسانیت کو اللہ رب العزت کی ہر حال میں اطاعت و فرمانبرداری، توکل الی اللہ، مشکلات کے دوران صبر کا دامن تھامنے، حق و باطل کی تمیز، سابقہ اقوام کے حالات زندگی سے آگہی اور محبت الٰہی کا سبق ملتا ہے۔

۱ مدنی سورتیں

قرآن کریم ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہیں اور ان سورتوں کو مکی و مدنی سورتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان میں سے مکی سورتوں کی تعداد ۸۶ ہے جبکہ مدنی سورتوں کی تعداد ۲۸ ہے۔

۱.۲ مدنی سورتوں کی تعریف

مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔ مدنی سورتوں کی تعریف سے متعلق عبداللہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

المدنی مانزل بعد الھجرہ وان کان بمکۃ(1)

مدنی وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں اگرچہ مکہ میں نازل ہوئی ہوں۔

یعنی ہجرت کے بعد والی سورتیں اگرچہ مکہ میں بھی نازل کیوں نہ ہوئی ہوں مدنی سورتیں ہی کہلائیں گی۔

۱.۲ مدنی سورتوں میں اسفار کی اقسام

مدنی سورتوں میں جن اغراض کے تحت سفر کا بیان آیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہجرت کے لیے سفر

۲۔ جہاد کے لیے سفر

۳۔ دعوت و تبلیغ کی خاطر سفر

۴۔ معیشت و تعلقات کی استواری کی خاطر سفر

قرآن کریم کے اسلوب بیان میں ایک خاص مقصد پایا جاتا ہے۔ ان تمام اسفار کو بیان کرنے کا میں قربانی، اتحاد، نظم و ضبط کا فروغ، امت کو عملی میدان میں اترنے کی تربیت و تلقین، دین اسلام کی اشاعت کی تلقین وغیرہ کا مقصد شامل ہے۔

۲بنی اسرائیل کاسفر نجات

بنی اسرائیل کاسفر نجات قرآن کریم کا ایک نہایت اہم اور عبرت آموز واقعہ ہے، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے مظالم سے نجات دلائی گئی۔ یہ سفر محض ایک جغرافیائی نقل مکانی نہیں بلکہ اس کے اندر دینی، اخلاقی، اور روحانی پیغام پوشیدہ ہے۔ قرآن کریم میں اس سے متعلق ارشاد ہے:

وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ[2]

اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعونیوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا۔

مندرجہ بالا آیت میں اللہ رب العزت بنی اسرائیل پر اپنے اس عظیم الشان احسان کا ذکر فرمارہا ہے جو فرعون کے لشکر سے بچانے کے سبب کیا گیا یعنی دریا کو پھاڑ کر اس میں حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم بنی اسرائیل کے لیے جانے کا راستہ بنایا اور پھر اسی دریا میں فرعون سمیت اس کے لشکر کے غرق کر دیا گیا۔

۲.۱سفر کا سبب

فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور اپنی رعایا کے ساتھ نہایت ظلم و تشدد اور بربریت کا رویہ اختیار رکھتا تھا۔ فرعون نے اپنی مملکت کے لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا جن میں سے ایک گروہ جو کہ بنی اسرائیل کا گروہ تھا اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتا تھا۔ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد مبارک ہے کہ:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّه كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ[3]

بے شک فرعون زمین پر سرکش ہو گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر دیے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

یعنی اس نے اپنی قوم میں شدید فساد برپا کر رکھا تھا جو چاہتا ان کے ساتھ سلوک کرتا جیسا حکم چاہتا ویسا حکم اپنی قوم کو دیتا اور انہیں اس حکم کو بجا لانے پر مجبور کرتا۔ اللہ رب العزت نے اس چیز کا ارادہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کو اس ظالم کے ظلم و ستم سے نجات دلوائی جائے۔

۲.۲سفر کا حکم

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ[4]

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

اللہ رب العزت کی سنت جاریہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے بھیجے ہوئے نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے نبیوں کی تصدیق اور تعظیم کرتے ہیں ان کو نجات عطا فرماتا ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو بحر قلزم کی طرف نکال کے جائیں۔ یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب آپؑ متعدد سال مصر میں فرعونیوں کے درمیان ٹھہر چکے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کی مسلسل گواہی دیتے رہے تھے اور ان کے سامنے معجزات پیش کرتے رہے تھے لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ تکبر اور سرکشی سے آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرتے رہے۔[5]

۲.۳مسافروں کی تعداد

بنی اسرائیل میں صرف چھ لاکھ جنگجو تھے جبکہ فرعون کے لشکر کی تعداد میں جب وہ بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا ایک کروڑ ساٹھ لاکھ تھی۔[6]

۲.۴سفر کے مقاصد

اللہ رب العزت نے جو حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو ہجرت سفر کا حکم دیا اس کے چند مقاصد تھے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی اور محکومی سے نجات دلانا۔

۲۔بنی اسرائیل کی آزاد مملکت کا قیام

۳۔ نئی اور آزاد مملکت میں موسوی نظام شریعت کو قائم کرنا۔[7]

۳حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر سفر

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ[8]

وریاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور تم واقعی ظالم تھے۔

بنی اسرائیل نے کچھ عرصہ بعد سیدنا موسیٰؑ سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے شریعت نازل کرے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔[9]

۳.اسفر کا سبب

جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی اور ظلم و ستم سے نجات پا گئے تو اب حکمت الٰہی کا تقاضا یہی تھا کہ بنی اسرائیل کو ایک کتاب عطا کی جائے جس میں ان کے لیے احکامات ہوں تاکہ وہ اس کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی طرف لوٹے تو ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا اور اس کیلئے تیس دن اور پھر دس دن کا اضافہ کرکے چالیس دن کی مدت مقرر ہوئی۔[10]

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰؑ کو تیس راتوں اور دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور ان ایام میں عبادت الٰہی میں مشغول رہنے کا حکم دیا۔باقی دس راتوں میں تورات نازل کی گئی اور انہی دس راتوں میں اللہ رب العزت حضرت موسیٰؑ سے ہمکلام ہوا۔[11]

۳.۲مضامین تورات

تورات کی تختیاں جواہر کی تھیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے تمام احکام حلال حرام کے تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے تھے۔ان ہی تختیوں میں تورات تھی۔[12]

۳.۳سفر کی میعاد

یہ سفر فرعونیوں سے نجات پا کر دریا سے بچ کر نکل جانے کے بعد پیش آیا۔اس سفر کی میعاد ذوالقعدہ کا پورا مہینہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن تھی۔[13]

۴غزوہ بدر کا ذکر

غزوہ بدر تاریخ اسلام کا سب سے پہلا اور اہم معرکہ ہے۔ یہ حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ تھا۔ یہ صرف ایک جنگ نہیں بلکہ اخلاص، قربانی اور توکل علی اللہ کا سبق تھی۔ یہ ایسا معرکہ جس میں اسلام نے کفر کو، اقلیت نے اکثریت کو اور ایمان نے اسلحہ کو شکست دی تھی۔

قرآن کریم میں غزوہ بدر سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ-فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(14)

اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سرو سامان تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ غزوہ بدر کا ذکر فرمارہا ہے اور اس عظیم احسان سے متعلق خبر دے رہا ہے جب مسلمان اپنے ساز و سامان سمیت قلیل تعداد میں تھے اور کفار کثیر تعداد میں مگر اللہ رب العزت نے ایمان کو کفر پر غالب رکھا۔

۴.۱مقام بدر

مدینہ منورہ سے اسی میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جس کو بدر کہتے ہیں۔ یہاں زمانہ جاہلیت میں سالانہ میلہ لگتا تھا۔ یہاں ایک پرانے کنوئیں کے مالک کا نام بھی بدر تھا اسی کے نام پر اس جگہ کا نام بدر رکھ دیا گیا۔(15)

۴.۲لشکر اسلام کی سفر بدر کے لیے روانگی

نبی کریم ﷺ ۱۲ رمضان المبارک بروز ہفتہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ پہلا پڑاؤ مدینہ منورہ سے ایک میل دور مرج الظبیہ کے مقام پر لشکر کا جائزہ لیا نبی کریم ﷺ مقام نقب المدینہ، العقیق، ذوالحلیفہ، اولاۃ الجیش، تربان، ملل، غمیس، الحمام، صخیرات الیمامہ، السیالہ فج الروحاء اور شنوکہ سے گزرتے ہوئے مقام بدر پہنچے۔(16)

۴.۳لشکر اسلام کی تعداد

مسلمانوں کے لشکر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ۳۱۳ صحابہ کرام شامل تھے جن میں سے ۸۲ مہاجرین تھے اور باقی تمام انصار صحابہ کرام تھے۔ پورے لشکر کے پاس دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ہر اونٹ پر دو یا تین مجاہد باری باری سفر کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ حضرت مرثد بن ابی مرثد غنویؓ سفر کرتے تھے۔(17)

۴.۴لشکر کفار کی تعداد

لشکر کفار کا سپہ سالار سردار مکہ ابو جہل تھا اور کل تعداد تقریبا تیرہ سو تھی، چھ سو زرہیں، بے شمار اونٹ (ہر دن نو یا دس اونٹ ذبح کیے جاتے) تلواریں، نیزے، خنجر غرضیکہ رائج الوقت ہر قسم کے ہتھیار موجود تھے۔(18)

۴.۴نتائج

غزوہ بدر اسلام کا سب سے پہلا اہم ترین غزوہ ہے جس کے دینی، سیاسی، معاشرتی اثرات پیدا ہوئے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۵.۴ تعلیمی اثرات

دین اسلام میں حصول تعلیم کی اس قدر اہمیت ہے کہ علم کا حصول تمام مسلمانوں کے لیے فرض قرار دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ دین اسلام میں پہلی وحی کا آغاز بھی اقراء یعنی تعلیم سے کیا گیا۔ غزوہ بدر کے اثرات میں فروغ تعلیم ایک بڑا عنصر ہے۔ غزوہ بدر کے قیدیوں کو اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔ حضرت عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

ان ناس من الاسری یوم بدر لم یکن لھم فداء فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداء ھم ان یعلموا اولاد الانصار الکتابۃ 19

غزوہ بدر کے قیدیوں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ بھی موجود نہ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ اس طرح مقرر فرمایا کہ وہ انصاری بچوں کو کتابت سکھادیں۔

نظر نبوی ﷺ مسلمان بچوں کی خواندگی کی طرف اٹھی اور قیدیان بدر میں سے پڑھے لکھے لوگوں کو اس شرط پر آزاد کیا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں۔ اس واقعہ کے سبب مدینہ منورہ میں تعلیمی بیداری کو فروغ ملا اور بچوں کی تعلیم وتربیت پر زور دیا گیا اس طرح بہت سے بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوئے۔

۶.۴ درس انسانیت

غزوہ بدر فقط ایک جنگ نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے درس انسانیت کا عظیم سبق اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے دوران جو مشرکین گرفتار ہوئے ان کو صحابہ کرام میں بانٹ دیا اور فرمایا:

استوصوا باالاسارا خیرا 20

قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی نصیحت یاد رکھو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر جی جان سے عمل کیا اور قیدیوں کو ہر ممکن آرام بہم پہنچایا۔ ایک قیدی ابو عزیز کا بیان ہے کہ:

مجھے جن انصاریوں کے حوالے کیا گیا تھا وہ غریب لوگ تھے اور اتنی استطاعت نہیں رکھتے تھے کہ سب افراد کے لیے روٹی پکا سکیں، چنانچہ وہ جو روٹی پکاتے تھے مجھے لا کر دے دیتے اور خود صرف کھجوروں پر گزارہ کرتے۔ مجھے اس سے بہت شرم آتی اور میں کھانا واپس کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر وہ اسے ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ 21

غزوہ بدر سے قبل پوری انسانی تاریخ میں قیدیوں کے ساتھ اس قدر حسن سلوک کا تصور کہیں موجود نہ تھا۔ مفتوحہ علاقہ جات کے مرد وزن ، بچے، بوڑھے غلاموں کی صورت میں ہانک لیے جاتے اور نسل در نسل طوق غلامی ان کی گردنوں کا زیور بنا رہتا۔ مگر محسن انسانیت ﷺ نے انسانی تاریخ عالم میں سب سے پہلے جنگی قیدیوں کے ساتھ اس قدر حسن سلوک کا مظاہرہ فرمایا۔ ظاہرا غزوہ بدر ایک جنگی معرکہ تھا مگر اس کے پہلو میں انسانیت کے گہرے اسباق پوشیدہ ہیں۔

۵ غزوہ احد کے سفر کا ذکر

اسلامی تاریخ میں غزوہ اُحد حق و باطل کا دوسرا معرکہ ہونے کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی قیادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی۔ اس جنگ کے نتیجہ کو کسی کی فتح یا شکست نہیں کہا جا سکتا کیونکہ دونوں طرف شدید نقصان ہوا اور کبھی مسلمان غالب آئے اور کبھی مشرکین۔ غزوہ احد سے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ[22]

اور یاد کرواے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر مقرر کر رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

۵.۱ مقام احد

احد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینے کے شمال کی جانب مسجد نبوی سے تقریباً ۴ کلومیٹر دور ہے۔ اسے جبل احد کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس پہاڑ پہاڑ کی لمبائی مشرق سے مغرب تک ۷ اشاریہ ۴۴ ہے اور چوڑائی ۱۳ اشاریہ ۱۴ ہے اور زمین سے ۳۰۰ میٹر بلند ہے۔[23]

۵.۲ جنگ احد کا سبب

جنگ بدر میں ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے تھے اور وہ کفار جو قتل ہوئے ان میں سے اکثریت کفار قریش کے سردار تھے۔ اس بنا پر مکہ کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور قریش کا بچہ بچہ جوش انتقام میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بیقرار تھا۔ عرب خصوصاً قریش کا یہ طرہ امتیاز تھا کہ وہ اپنے ایک ایک مقتول کے خون کا بدلہ لینے کو اتنا بڑا قرض سمجھتے تھے کہ جس کو ادا کئے بغیر ان کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ قریشیوں نے یہ عزم کر لیا کہ جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد مسلمانوں سے اپنے مقتولین کے خون کا بدلہ لینا چاہئے۔[24]

۵.۳ تاریخ غزوہ احد

غزوہ احد غزوہ بدر کے ایک سال بعد ہوا۔ یہ غزوہ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں ۳ ہجری، نصف شوال، ہفتہ کے دن مدینہ منورہ کی شمالی جانب ۳ کلومیٹر کے فاصلے پر احد پہاڑ کے قریب لڑا گیا۔

۵.۴ لشکر اسلام کی تعداد

مسلمانوں کا لشکر ایک ہزار مردان جنگی پر مشتمل تھا مگر بعد ازاں سات سو رہ گئے۔ جن میں ایک سو زرہ پوش اور پچاس شہسوار تھے۔[25]

۵.۵ قریش کا لشکر و سامان

قریش مکہ کی فوج کی کل تعداد ۳۰ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ قائدین قریش کی رائے تھی کہ اپنے ساتھ عورتیں بھی لے چلیں تا کہ حرمت و ناموس کی حفاظت کا احساس کچھ زیادہ ہی جذبہ جان سپاری کے ساتھ لڑنے کا سبب بنے۔ لہذا اس لشکر میں ان کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہوئیں جن کی تعداد پندرہ سو تھی۔ سواری و باربرداری کے لیے تین ہزار اونٹ تھے اور دو سو گھوڑے۔ حفاظتی ہتھیاروں میں سات سو زرہیں تھیں۔[26]

۶ ہجرت مدینہ

ہجرت مدینہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ یہ ہجرت نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا مکہ سے مدینہ کی طرف دینی و عملی تبدیلی کا نہایت اہم سفر تھا جس کے سبب اسلام کو آزادی، قوت اور نئی سمت عطا کی گئی۔ یہ ہجرت مدینہ اسلامی ریاست کے ظہور کا آغاز تھی۔ اس ہجرت سے متعلق قرآن کریم میں ارشاد مبارک ہے کہ:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَاۚ- فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰىؕ-وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَاؕ-وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ[27]

اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کروگے تو اللہ ان کی مدد فرما چکا ہے جب کافروں نے انہیں (ان کے وطن سے) نکال دیا تھا جبکہ یہ دو میں سے دوسرے تھے، جب دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے فرمارہے تھے غم نہ کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اُس پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اُن لشکروں کے ساتھ اُس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھے اور اُس نے کافروں کی بات کو نیچے کردیا اور اللہ کی بات ہی بلند وبالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۶.۱ ہجرت مدینہ کا سبب

جب کفار قریش نے یہ چیز محسوس کی کہ نبی کریم ﷺ کی حمایت میں لوگوں کی کثیر تعداد شامل ہوتی جارہی ہے اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے ان لوگوں سے جا مل رہے ہیں تو ان کو معلوم ہوگیا کہ مسلمان اپنی ایک محفوظ قیام گاہ بنا رہے ہیں تو کفار قریش نبی کریم ﷺ کے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے دارلندوہ میں جمع ہوئے اور شیطان بھی ایک انسان کی صورت میں اس قرارداد میں شریک ہوا۔ نبی کریم ﷺ سے متعلق تین رائے دی گئیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ کو قید کردیا جائے

۲۔ نبی کریم ﷺ کو جلاوطن کردیا جائے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کو قتل کردیا جائے۔ (نعوذباللہ) یہ مشورہ شیطان نے دیا جو کہ اس قرارداد میں انسان کی صورت میں موجود تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ ہر قبیلہ کا ایک جوان شخص تلوار لے کر جائے اور نبی کریم ﷺ پر وار کرے اس طرح نبی کریم ﷺ کا خون تمام قبائل پر بٹ جائے گا اور بنی عبد مناف اپنی قوم کے تمام افراد سے جنگ نہ کرسکیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کے فیصلے پر سب نے اتفاق کیا اور اس سے متعلق ایک شخص نے کہا کہ یہ ایسی رائے ہے جس کے سوا اور کوئی رائے ٹھیک نہیں۔[28]

۶.۲ ہجرت مدینہ کا آغاز

ہجرتِ مدینہ کا سفر اسلامی تاریخ کا ایک نہایت اہم اور تاریخی واقعہ ہے، جو نہ صرف مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا نقطۂ آغاز بنا بلکہ اسلامی ریاست کی بنیاد بھی اسی واقعے سے پڑی۔

۶.۳ ہجرت مدینہ کے اثرات

ہجرت مدینہ تاریخ اسلام کا ایسا نکتہ آغاز ہے جس کے سبب نہ صرف اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی بلکہ دین اسلام کے عالمی پیغام کو نئی وسعت عطا ہوئی۔ ہجرت مدینہ فقط جسمانی نقل وحرکت نہیں بلکہ روحانی، سماجی، تہذیبی ومعاشرتی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

۱۔ سن ہجری کا آغاز

سن ۱۴ نبوی ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور اسی سال کے ماہ محرم سے سنہ ہجری کا آغاز کیا گیا۔ اسلامی اعتبار سے محرم پہلا مہینہ اور ذوالحج آخری مہینہ قرار پایا۔[29]

۲۔ میثاق مدینہ

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں توحید وعدالت پر مبنی ایک ریاست کا سنگ میل رکھا اور ایک منظم نماریاست کو تشکیل دیا اور انصار ومہاجرین اور یہود سے ایک معاہدہ تحریری طور پر طے پایا جس کا مقصد نسل انسانی کو امن وسلامتی سے بہرہ ور کرنا تھا اور یہ کہ مدینہ اور اس کے گردوپیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت بن جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اسلامی اصولوں پر مبنی جو آئین تحریر کیا جس کے چند نکات مندرجہ ذیل ہیں:

وان لا یحالف مون مولیٰ مومن دونة و ان المومنین المتقین علی من بغی منھم او ابتغی دسعیه ظلم او اثم او عدوان او فساد بین المومنین و ان ایدیھم علیه جمیعا ۔۔۔۔۔ ولا یقتل مومن مومنا فی کافرولا ینصرکافرعلی مومنا و ان ذمته اللہ واحدة یجیر علیھم ادناھم وان المومنین بعضھم موالی بعضھم دون الناس[30]

اور کوئی ایمان دار کسی اور ایمان دار کے غلام کا حلیف اس کی اجازت کے بغیر نہ بنے اور متقی ایمان دار اپنے میں اس شخص کی مخالفت پر (مستعد اور کمربستہ رہیں گے) جو بغاوت کرے یا ظلم، زیادتی، گناہ یا ایمان داروں میں فساد پیدا کر کے کوئی چیز حاصل کرنا چاہے۔ اور ان سب کے ہاتھ ایسے شخص کی مخالفت پر اٹھیں گے۔۔۔۔۔۔ اور کوئی ایمان دار کسی ایمان دار کو کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا اور اللہ کی ذمہ داری (پناہ دہی) ایک ہے۔ ایمان داروں میں ادنیٰ شخص کی پناہ دہی بھی تمام ایمان داروں پر عائد ہوگی۔ دوسروں لوگوں کے برعکس ایمان داروں میں ایک کو دوسرے پر تولیت حاصل رہے گی۔

۲. میثاق مدینہ کی خصوصیات

میثاق مدینہ صرف پہلا دستوری آئین ہونے کے اعتبار سے ہی اہمیت کا حامل نہیں بلکہ اپنے نفس مضمون کے اعتبار سے اعلیٰ ترین دستوری اور آئینی خصوصیات کا مرقع ہے۔ اگر میثاق مدینہ کا تجزیہ کیا جائے تو وہ تمام صفات جو ایک معیاری و مثالی آئین میں موجود ہونی چاہیئے میثاق مدینہ میں موجود ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ اللہ رب العزت کی حاکمیت اعلیٰ اور نبی کریم ﷺ کی حاکمیت

۲۔ مستقل آئینی اساس

۳۔ تصور مملکت

۴۔ قانون کی حکمرانی اور نظام کی بالادستی

۵۔ دفاعی معاہدہ

۶۔ معاشی کفالت کا تصور

۷۔ مقامی رسوم کا احترام

۸۔ مذہبی آزدی و اقلیتوں کا تحفظ

۹۔ بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت

۱۰۔ بیرونی و اندرونی سازشوں کا تدارک

۳۔ معاہدہ اخوت

معاہدہ اخوت وہ سماجی معاہدہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان کیا۔ نبی کریم ﷺ ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں لائے جس کی بنیاد اخوت، مساوات و قربانی پر رکھی۔ اس معاشرتی نظام کا ایک بنیادی و اہم قدم معاہدہ اخوت تھا جو انصار و مہاجرین کے درمیان قائم کیا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ قائم فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے[31]۔

اس معاہدہ کا مقصد باہمی ہمدردی، معاشرتی استحکام اور اسلامی معاشرے کی تشکیل تھا۔ نبی کریم ﷺ کا یہ قدم معاشرتی احکام اور دینی اخوت کے فروغ کے لیے ایک انقلابی قدم ثابت ہوا جو اسلامی معاشرہ کی بنیاد بنا۔

خلاصہ بحث

قرآن کریم کی مدنی سورتوں میں موجود اسفار تاریخ اسلامی کے اہم واقعات ہیں اور ساتھ ہی امت مسلمہ کے لیے ایمان کی مضبوطی، قیادت، توکل علی اللہ، قربانی، صلح و حکمت جیسے عظیم اصولوں کا مجموعہ ہیں۔ قرآن کریم کی مدنی سورتوں میں اسفار کا ذکر دین اسلام کی فکری، اساسی، عسکری، اخلاقی، سیاسی اور روحانی بنیادوں کو مضبوط کرتی ہیں اور ساتھ ہی مسلمانان اسلام کی آئندہ نسلوں کے لیے عملی لائحہ عمل فراہم کرتی ہیں ۔ قرآن کریم کی سورتوں میں مختلف اسفار کا تذکرہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن محض ایک نظریاتی کتاب نہیں بلکہ انسان، ریاست اور قوم کی قیادت وراہنمائی کا زندہ دستور ہے۔ قرآن ایک ایسے اسلوب پر مشتمل ہے جو قاری کو محض پڑھنے والا نہیں رکھتا بلکہ اسے سفر نامہ میں اس قدر شریک کرلیتا ہے کہ وہ سفر نامہ اس کے لیے قلبی ہم راہی بن جاتا ہے۔

حوالہ جات

---

1 زرکشیؒ، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن، دار لمعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ء، ج۱، ص ۲۷۳

2 سورۃ البقرہ ۲: ۵۰

3 سورۃ القصص ۲۸: ۴

4 سورۃ الشعراء ۲۶: ۵۲

5 تبیان القرآن، ج۸، ص ۳۲۱

6 ابن کثیر، عماد الدین، قصص الانبیاء (اردو، مترجم: محمد اسد اللہ اسد) اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، لاہور، اپریل، ۲۰۱۴ء، ص ۳۹۳

7 طاہر القادری، ڈاکٹر، سیرۃ الرسول ﷺ، منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۷ء، ج۴، ص ۲۱۴

8 سورۃ البقرہ ۲: ۵۱

9 طاہر القادری، سیرۃ الرسول ﷺ، ج۴، ص ۲۱۴

10 محمد قاسم، صراط الجنان فی تفسیر القرآن، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۰۹ء، ج۱، ص ۱۳۶

11 غلام رسول سعیدیؒ، تبیان القرآن، رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور، جنوری، ۲۰۰۴ء، ج: ۴، ص ۲۹۱

12 ابن کثیر، عماد الدینؒ، تفسیر ابن کثیر، رقم الحدیث پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ج۳، ص ۹۵

13 ابن کثیرؒ تفسیر ابن کثیر، (اردو، مترجم: محمد جوناگڑھی)، ج۱، ص ۱۵۴

14 سورۃ آل عمران ۳: ۱۲۳

15 محمد عبد المصطفیٰ اعظمی، سیرت مصطفیٰ ﷺ، زاویہ پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۱۱۳

16 محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، جمال القرآن پرنٹرز، لاہور، ستمبر، ۲۰۱۱ء، ج۳، ص ۳۰۶

17 محمد منیر سجانی، سیرت النبی سیدنا محمد ﷺ بن عبد اللہ، الحسن پبلشرز، فیصل آباد، ۱۷مئی، ۲۰۱۳ء، ص ۱۹۹

18 ایضا، ص ۲۰۱

19 احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۱ء، ج ۴، ص ۹۳

20 ابن ہشام، محمد عبد الملک، سیرت ابن ہشام، (اردو، مترجم: قطب الدین احمد)، ج ۲، ص ۳۰۲

21 ایضا

22 سورۃ آل عمران ۳: ۱۲۱

23 محمد منیر سجانی، سیرت النبی سیدنا محمد بن عبد اللہ، ص ۲۳۱

24 عبد المصطفیٰ اعظمی، سیرت مصطفیٰ ﷺ، ص ۱۳۷

25 صفی الرحمان مبارکپوریؒ، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۳۴۳

26 ایضا، ص ۳۴۰

27 سورۃ التوبہ ۹: ۴۰

28 سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۹۳-۹۶

29 محمد منیر سجانی، سیرت النبی سیدنا محمد ﷺ بن عبد اللہ، ص ۱۷۴

30 سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۱۸

31 سیرت ابن ہشام ج ۲، ص ۱۲۴